تجسیم۔ غالب کے فارسی اسلوب کی اہم خصوصیت

ڈاکٹر نجم الرشید☆

Abstract

Asadullah Ghalib is one of the greatest poets of the subcontinent. Hs has been greatly admired since his life-time to date. Besides his un-challengeable position in Urdu poetry, he has also been known for his poetic expression in Persian language. Persian critics have also revered him for his poetic expertise. Though a lot of books and articles have been written on different aspects of his personality and poetry, yet many areas of his poetry are yet to be traced. Personification is one of them. This article sheds lights on Ghalib's personifications he used in his Persian poetry.

میرزا غالب برصغیر کے وہ خوش قسمت شاعر ہیں، جنہیں نہ صرف ان کی اپنی زندگی بلکہ بعد از وفات بھی بے پناہ مقبولیت، شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو مقام فارسی غزل میں حافظ شیرازی کو حاصل ہے، وہی مقام و مرتبہ اردو غزل میں میرزا غالب کو ملا ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔ میرزا غالب نے اپنی تمام تر توانائیوں اور تخلیقی قوتوں کو صرف کرتے ہوئے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں نہایت خوبصورت شاہکار یادگار چھوڑے ہیں۔ اور بقول علامہ اقبال، میرزا غالب دنیا کے اسلامی ادب میں اضافے کا باعث ہیں۔ جہاں میرزا غالب نے اپنی اردو غزل میں معنی، فکر اور تصاویر کے ملاپ سے وہ گلدستہ ترتیب دیا ہے جس کی مہک سے اہل علم اور اصحاب ذوق ہمیشہ تازہ دم رہیں گے۔ وہاں ان کی فارسی شاعری میں وہ دلکش اور خوبصورت نقوش

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

موجود ہیں کہ جن کے سامنے تمام رنگ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ ان کی فارسی غزل میں تنوع مضامین کی فراوانی کے ساتھ ساتھ فن وہنر کا وہ حُسن موجود ہے جس پر فارسی زبان بلاشبہ ناز کرسکتی ہے۔

عرفی نظیری، ظہوری، بیدل اور غالب سبک ہندی کے وہ معروف شعرا ہیں کہ جنہیں برصغیر میں ہر زمانے میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل رہی ہے۔ برصغیر کے استاد شعرا نے مذکورہ شعرا کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا اور ان کے اسلوب میں شاعری کرنے کو اپنے لیے افتخار سمجھا۔ غالب کے فارسی دیوان کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کی شاعرانہ روش سے متعلق بعض اشارات ملتے ہیں جو یقیناً غالب کے فارسی شاعری کے اسلوب کے تعین میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ غالب نے اپنے کلام میں بہت سے فارسی شعرا کا ذکر کیا ہے، لیکن اسلوب کے اعتبار سے جس شاعر نے اسے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ ظہوری ترشیزی ہے۔ بقول غالب:

بہ نظم و نثر مولانا ظہوری زندہ ام غالب
رگِ جان کردہ ام شیرازہ اوراق کتابش را

(غالب، ۱۹۶۹: ۳۹)

زلّہ بردار ظہوری باش، غالب، بحث چیست؟
در سخن درویشی باید نہ دکّان داری

(ایضاً: ۴۰)

غالب از صہبای اخلاق ظہوری سرخوشیم
پارہ ای بیش است از گفتارِ ما، کردارِ ما

(ایضاً: ۹)

غالب از اوراقِ ما نقش ظہوری دمید
سرمۂ حیرت کشیم، دیدہ بہ دیدن دہیم

(ایضاً: ۳۵۰)

بعض نقادوں اور متقدمین نے غالب کی اپنی روش اور اسلوب سے متعلق اس کے

اپنے اشارات نظر انداز کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالب کسی طرح بھی ظہوری کا مقلد نہ تھا۔ جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ اگر ہم غالب کی اپنی رائے کا احترام کرتے ہوئے اس کی روش کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں تو اس کے اسلوب سے متعلق کسی نتیجے کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ مذکورہ اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہوری، غالب کا پسندیدہ شاعر ہے اور شعر کہتے وقت سبک ہندی کے بہت سے دوسرے شعرا کی بہ نسبت ظہوری کا اسلوب، غالب کے زیادہ پیش نظر رہا ہے۔

یہاں پر غالب کے اسلوب کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ ظہوری کے اسلوب کی وضاحت کی جائے۔ظہوری برصغیر کا وہ شاعر ہے جسے فارسی شاعری اور نثر میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔فنی اعتبار سے اس نے فارسی شاعری اور نثر کو کمال بخشا۔ظہوری کا شمار بھی ان خوش بخت شعرا میں ہوتا ہے جن کے کلام کو اہل علم اور اصحاب ذوق کی توجہ حاصل رہی۔ ان میں ایک وہ گروہ ہے جو شعر ظہوری اور سہ نثر ظہوری کا عاشق ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اس کی شاعری پر معترض ہیں۔ظہوری کے کلام کو سمجھنے اور اس کی توضیحات کیلئے ان شارحین کی خدمات بلا شبہ قابلِ ستائش ہیں جنہوں نے نہایت مفید شروح تالیف کیں۔ظہوری کے اسلوب کی وضاحت میں سراج الدین علی خان آرزو وہ علمی و ادبی شخصیت ہے جس کی آراء کی تعمیر ٹھوس بنیادوں پر استوار ہے۔آرزو نے اپنی کتاب سراج منیر میں ظہوری کے معترض منیر لاہوری کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بہت سے ایسے نکات کی نشان دہی کی ہے، جو ظہوری کے اسلوب کے تعین میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ آرزو کے بقول ،ظہوری کے کلام کی نمایاں خصوصیت تجسیم (personification) ، استعارہ بالکنایہ اور اضافت تشبیہی ہے جسے ظہوری کے معترضین سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جو ظہوری کے علاوہ سبک ہندی کے دوسرے شعرا عرفی، طالب آملی اور زلالی خوانساری کے ہاں بھی نمایاں ہیں۔سراج الدین علی خان آروز اپنی کتاب سراج منیر میں یوں رقم طراز ہیں:

''بدانکہ اکثر اعتراضات منیر بہ سبب اشتباہ است کہ در

اضـافـت تـشبيهی و استعاره بالكنايه دارد و حق تحقيق آن است
کـه استـعاره در متاخرين خصوصاً شعرای عهد اکبر پادشاه مثل
ظهـوری و عرفی و آنهايی كه بعد ايشان اند و تتبع طرز ايشان و
رنگ ديگر بر آورده ، و در مستعار و مستعار منه نسبت بعيد و
دور بـاشد از جهت نازکی ، و گويا فارق است در طرز متاخرين
و متـقـدمين ، و در نمی يابد اين را مگر کسی كه خيلی مهارت
در ايـن فـن داشتـه باشه و از متاخرين کسی که اين طرز ملحوظ
نـدارد، بـه طـور قـدما حرف می زند و همين سبب است که ابو
البـرکـات مـنير که به طرز امير خسرو است ، بر اين چهار شاعر
[عـرفـی ، طـالب آملی ، زلالی و ظهوری] اکثر اعتراض دارد و
راقم [آرزو] را بـعـد تتبع سی و پنج ساله اين معنی محقق شد.
(آرزو ، ۱۹۷۷: ۵۳-۵۴).

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ منیر لاہوری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" استـخـوان عـلـم ، استعاره بالكنايه است كه علم را آدمی قرار
داده و بـرای او استـخـوان ثـابت کرده. در اين صورت استعارهٔ
مذکور را بی مغز گفتن از سگ مغزی است"۔ (ایضاً:۴۶)

غالب کی غزلیات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو کسی دوسرے شاعر کے ہاں موجود نہیں۔ بہت سی ایسی علامتیں ہیں جنہیں مختلف انداز سے صرف غالب ہی نے دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں کہ جنہیں صرف غالب ہی نے معنی اور فکر کے نئے پیکر بخشے۔ بہرحال غالب کے ہاں ایسی خصوصیات بھی ہیں جو بعض شعرا کے کلام کا طرۂ امتیاز رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک خصوصیت تجسیم (personification) ہے۔(۱)

تجسیم وہ حرکت اور روانی ہے جو غالب کی اکثر غزلوں میں اک نئے اور انوکھے انداز سے موجزن ہے اور یہ وہ قوت ہے کہ جس نے الفاظ، تراکیب اور مصرعوں کے پیکر کو حیات اور زندگی بخشی ہے۔

غالب جیسے حساس شاعر کیلئے یہ ناممکن تھا کہ وہ دنیا کی ہر چیز اور اس کی جزئیات کو جذبات، عواطف اور زندگی کی نظر کے بغیر دیکھے، یہی وجہ ہے کہ اس کے ہاں شوق، غم، گل، ابر اور دل وغیرہ سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، بولتے ہیں، دیکھتے ہیں اور روتے ہیں۔ غالب کی غزلیات میں تجسیم اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے اور محسوس اور غیر محسوس اشیاء ایک زندہ وجود کی مانند اپنے تمام تر محاسن اور خوبیوں سے مالا مال ہے۔

غالب نے تجسیم کے سلسلے میں اپنے کلام میں محسوس عناصر کی بہ نسبت غیر محسوس عناصر کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔ غیر محسوس عناصر میں سے اس نے سب سے زیادہ ''شوق'' اور پھر ''غم'' کو اہمیت دی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے غیر محسوس عناصر اس طرح سے ہیں: وحشت، توبہ، استغفار، ہمت، تغافل، خواہش، رشک، طلب، جنون، راز، آشفتگی، خطر، غمکدہ، لذت آزار، ذوق فکر، توقع، خیال، شادی، خرد، بخت، قضا، اندیشہ، خیال، حوصلہ، رسوائی، شرم، غیرت، ہوش، رشک، تمنا، غصہ، فرصت، وہم، نشاط، ہوس وغیرہ۔

غالب کے کلام میں ایسے محسوس عناصر بھی بے شمار دکھائی دیتے ہیں کہ جنہیں اس نے زندگی اور حرکت عطا کی ہے، مثلاً: گل، ابر، آئینہ، ذرہ، خار، بہار، حسن، پیالہ، سنگ، چرخ، ستارہ، خاک، باد، فلک، شب، روز، نسیم، سفال، آسمان، شعلہ، شمع، غبار، نامہ، صبح، رنگ، پیمانہ، غنچہ، تیشہ، شرر، سحر، سحاب وغیرہ۔ ان میں سے گل، ابر، بہار، سنگ، فلک اور شمع وہ محسوس عناصر ہیں جنہیں غالب کی زیادہ توجہ حاصل رہی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

نقشِ ما در خاطر یاران نژم صورت گرفت	بسکہ رو درہم کشید آئینہ از تمثال ما

(غالب، ۱۹۶۹: ۶)

آشنایانہ کشد خارِ رہت دامنِ ما	گوئی این بود ازین پیش بہ پیرامن ما

(ایضاً: ۱۵)

بہ رویِ برگِ گل تا قطرۂ شبنم نپنداری　　　بہار از حسرتِ فرصت بہ دندان می گزد لبہا

(ایضاً:۱۹)

از نالہ خیزیِ دلِ سختِ تو در تبم　　　در عطیۂ شرر مفگن مغزِ سنگ را

(ایضاً:۴۳)

سرگرمِ مہر شد دلِ چرخِ ستیزہ خو　　　چندان کہ داغ کرد جبینِ ستارہ را

(ایضاً:۵۳)

اندر ہوای شمع ہمانا ز بال و پر　　　پروانہ دشنہ در جگر باد می زند

(غالب،۱۹۶۹:۲۰۵)

خیز و در دامنِ بادِ سحر آویز بہ عذر　　　گر شبِ تیرہ بہ داغ مژہ نکشودن رفت

(ایضاً:۹۸)

شادی و غم ہمہ سرگشتہ تر از یکدگر اند　　　روز روشن بہ وداعِ شب تار آورد و رفت

(ایضاً:۱۰۳)

غالب کے کلام میں وہ انسانی اجزا اور صفات کہ جنہیں بے جان محسوس اور غیر محسوس عناصر کے ساتھ ملایا گیا ہے، اس طرح سے ہیں: دست، پا، رگ، مغز، دل، جبین، دہن، چشم، مژہ، دیدہ، زلف، نفس، جگر، ناخن، گریبان، جیب، پیرہن، دامن، زخم، آغوش، خواہش وغیرہ۔ ان میں سے دل اور رگ وہ انسانی اجزا ہیں کہ جنہیں سب سے زیادہ بے جان اشیا سے ملایا گیا ہے:

بہ نظم و نثرِ مولانا ظہوری زندہ ام غالب　　　رگِ جان کردہ ام شیرازہ اوراقِ کتابش را

(ایضاً:۳۹)

دیگر از گریہ بہ دل رسم فغان یاد آمد　　　رگِ پیمانہ ز دم شیشہ بہ فریاد آمد

(ایضاً:۱۹۰)

تا ندانی جگرِ سنگ کشودن ہنرست　　　تیشہ داند کہ چہا بر سر فرہاد آمد

(ایضاً:۱۹۰)

تا لفِ شوقِ تو انداختہ جان در تنِ شمع　　　شرر از رشتۂ خویشست بہ پیراہنِ شمع

غالب از ہستیِ خویشست عذابی، کہ مراست　　　ہم ز خود خارِ غم آویختہ در دامنِ شمع

(ایضاً:۷ـ۳۰۶)

دل مایوس را تسکین به مردن می توان دادن   چه امید است آخر خضر و ادریس و مسیحا را

(غالب،۱۹۶۹: ۱۰)

به جیب حوصله نقد نشاط باید ریخت   به جان شکوه تغافل طراز باید بود

(ایضاً: ۱۷۸)

اگر چہ غالب کے کلام میں ، بے جان اشیاء میں انسانی افعال ،عواطف اور صفات دکھائی دیتی ہیں، لیکن بعض اوقات انہیں انسانوں کے علاوہ دوسرے جاندار مثلاً پرندوں اور حیوانات کے افعال اور عادات سے بھی نسبت دی گئی ہے، مثلاً:

آشفتگی براوج فنا بال می زند   ای شعله داغ گرد و نگه دار جای را

(ایضاً: ۵۰)

بنگر که شعله از نفسم بال می زند   دیگر ز من فسانه شنودن چه احتیاج

(ایضاً: ۵۰)

چو شوق بال کشاید، توان به خود بالید   چو ناز جلوه گر آید، نیاز باید بود

(ایضاً: ۵۰)

تجسیم کی خوبصورت اقسام میں سے ایک قسم یہ سمجھی جاتی ہے کہ بے جان محسوس اور غیر محسوس اشیاء کو مخاطب کرتے ہوئے شاعر اپنا مدعا اور مقصد بیان کرے۔ غالب کے کلام میں اس نوع کی تجسیم بھی فراوانی سے دکھائی دیتی ہے، مثلاً:

ای گل از نقش کف پای تو دامانِ ترا   گلفشان کرده قبا سروِ خرامانِ ترا

(ایضاً: ۵۶)

ای حسن گر از راست ترنجی، سخنی هست   تا از این همه یعنی چه کمر هیچ و دهان هیچ

(غالب،۱۹۶۹: ۱۳۹)

آفتابیم بهم دشمن و همدرد ای شمع   ما هلاکِ سر شامیم و تو داغِ دمِ صبح

(ایضاً: ۱۵۴)

آورده غم عشقم در بندگی ایزد   ای داغ، به دل در رو و ز جبهه نمایان شو
در بند شکیبائی مردم ز جگر خائی   ای حوصله، تنگی کن، ای غصه، فراوان شو

(ایضاً: ۴۰۷)

شگفتن عرض بیتابی ست، هان، ای غنچه می دانم   دلت با نالهٔ مرغ سحرخوان بر نمی آید

(ایضاً:۱۸۶)

ای دل از گلبن امید نشانی به من آر   بست گر تازه گلی، برگ خزانی به من آر
دلم، ای شوق ز آشوب غمی نگشاید   فتنهٔ چند ز هنگامه مانی به من آر
جگرم، ای بخت هدف نیستم، آخر گاهی   غلط انداز خدنگی ز کمانی به من آر

(ایضاً:۲۶۷)

کلی طور پر غالب کے کلام میں موجود تجسیم کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ تجسیم اجمالی اور ب۔ تجسیم تفصیلی۔ تجسیم اجمالی سے مراد ایسی تجسیم ہے جس کا وجود ترکیب اضافی کی مدد سے تخلیق پاتا ہے، مثلاً: ''دستِ غم''، ''چشمِ فلک'' وغیرہ۔ فارسی زبان کے تنقیدی ادب میں اسے تشخیص اجمالی یا تشخیص فشردہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ غالب کے کلام میں تجسیم اجمالی کے سلسلے میں درج ذیل تراکیب بہ عنوانِ مثال درج ہیں:

دستِ غم (ایضاً: ۵)، آغوشِ تغافل (ایضاً: ۱۰)، نالہ خیزی دل (ایضاً: ۴۳)، دلِ چرخِ ستیزہ خو (ایضاً: ۵۲)، جبینِ ستارہ (ایضاً:۵۲)، دامنِ بادِ سحر (ایضاً:۹۸)، دلِ باد (ایضاً: ۱۰۰)، بختِ جوان (ایضاً:۱۰۴) دستِ قضا (غالب، ۱۹۶۹:۱۱۸)، بتیابیٔ نسیم (ایضاً:۱۲۳) مغزِ سفال (ایضاً: ۱۲۶)، رگِ اندیشہ (ایضاً:۱۳۱)، پیرھنِ شعلہ (ایضاً:۱۵۹)، جیبِ حوصلہ (ایضاً: ۱۶۷)، دھنِ غنچہ (ایضاً: ۱۸۴)، رگِ پیمانہ (ایضاً:۱۹۰)، جگرِ سنگ (ایضاً: ۱۹۰)، غرورِ جمال (ایضاً: ۴۰۵)، رگِ سحاب (ایضاً:۳۸۶)۔

تجسیم تفصیلی سے مراد ایسی تجسیم ہے، جس کا وجود ایک ترکیب میں موجود نہیں ہوتا بلکہ پورے مصرع یا پورے شعر میں موجود ہوتا ہے۔ غالب کے کلام میں تجسیم اجمالی کی بہ نسبت تجسیم تفصیلی کے نمونے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالب   شعر خود خواهش آن کرد که گردد فن ما

(ایضاً:۵۰)

بسکه شعله از نفسم بال می زند   دیگر زمن فسانه شودن چه احتیاج

(ایضاً:۱۳۶)

آشنا یا نہ کنند خارِ رہت دامنِ ما   گونی این بود از این پیش پیرا منِ ما

(ایضاً: ۱۵)

غالب کے کلام میں تجسیم کے حوالے سے مذکورہ شواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

- تجسیم، غالب کے کلام اور اس کے اسلوب کی اہم خصوصیت ہے۔
- تجسیم کے سلسلے میں غالب نے محسوس عناصر کی بہ نسبت غیر محسوس عناصر کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔ غیر محسوس عناصر میں سے اس نے سب سے زیادہ ''شوق'' اور پھر ''غم'' کو اہمیت دی ہے۔
- گل، ابر، بہار، سنگ، فلک اور شمع وہ محسوس عناصر ہیں جنہیں غالب کی زیادہ توجہ حاصل رہی ہے۔
- دل اور رگ وہ انسانی اجزا ہیں کہ جنہیں غالب نے سب سے زیادہ بے جان اشیا سے ملایا ہے۔
- غالب کے کلام میں تجسیم اجمالی کی بہ نسبت تجسیم تفصیلی کے نمونے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔
- غالب، ظہوری سے نہ صرف متاثر تھا بلکہ کسی حد تک اس کے اسلوب کا مقلد بھی ہے۔ دونوں کے اسلوب کی مشترک خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تجسیم ہے۔ تجسیم صرف سبک ہندی کے شعراء کے ہاں ہی موجود نہیں رہی، بلکہ مولانا روم کی غزلیات میں بہت زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ سبک ہندی کے شعرا میں سے عرفی شیرازی اور بیدل کے کلام اور اسلوب کا بنیادی جز و تجسیم ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) آرزو، سراج الدین علی خان (۱۹۷۷)؛ سراج منیر، بہ تصحیح سید محمد اکرم شاہ اکرام؛ اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان

(۲) انوشہ، مزدک (۱۹۹۷)؛ ''تشخیص''، فرہنگنامۂ ادبی فارسی، دانشنامۂ ادب فارسی ۲، بہ سرپرستی حسن انوشہ؛ تہران: سازمان چاپ وانتشارات وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی

(۳) رادفر، ابوالقاسم (۱۳۶۸ ھ۔ش)؛ فرہنگ بلاغی۔ ادبی؛ تہران: اطلاعات

(۴) سیما داد (۱۳۷۱ ھ۔ش)؛ فرہنگ اصطلاحات ادبی؛ تہران: مروارید

(۵) شریعت، رضوان (۱۳۷۰ ھ۔ش)؛ فرہنگ اصطلاحات ادبی؛ تہران: ہیرمند

(۶) شفیعی کدکنی، محمد رضا (۱۳۷۲ ھ۔ش)؛ صور خیال در شعر فارسی؛ تہران: آگاہ

(۷) غالب، میرزا اسد اللہ خان (۱۹۶۹) غزلیات فارسی، بہ تصحیح سید وزیر الحسن عابدی؛ لاہور: پنجاب یونیورسٹی

(۸) فاطمی، سید حسین، (۱۳۷۹ ھ۔ش)؛ تصویرگری در غزلیات شمس؛ تہران: امیر کبیر

(۹) نجم الرشید (اکتوبر ۲۰۰۳)؛ ''فارسی شاعری میں تجسیم''، مجلۂ قومی زبان، جلد ۴، شمارۂ ۱۰؛ تہران: انجمن ترقی اردو

(۱۰) Abrams, M.H. (1971) ; A Glossary of Literary Terms; New York: Rine Har and WinstonInc.

(۱۱) Baldick, Chris(1990); The Concise Oxford Dictionary of Literary Terms; New York: Oxford University Press.

(۱۲) Cuddon, J.A. (1984) ; A Dictionary of Literary Terms. New York: Penguin Books.

(۱۳) Shipley Joseph T (1970) ; Dictionary of World Literary Terms; Boston: The Writer Inc.

✿ ✿ ✿